(ناول)

نجات دہندہ

رینو بہل

NIJAT DAHINDA

(Novel)

by : Renu Behl

سچا اور اچھا فن کار ہمہ وقت اس فکر میں غلطاں رہتا ہے کہ اس کے فن میں کوئی نیا رنگ چمک جائے، اس کے فکر میں کوئی نیا آہنگ گونج پڑے، کوئی نئی برق کوند جائے، کوئی دھند منور ہو جائے، کوئی دھواں شعلہ بن جائے، کسی تاریک گوشے سے کوئی کرن نکل آئے، کوئی ظلمت کدہ روشن ہو جائے۔ کوئی ایسا آئینہ مل جائے جس میں آنکھوں سے دل تک کا حال منعکس ہو جائے۔ ''گرد میں اٹے چہرے'' جھلملا اُٹھیں۔ ''بدلی میں چھپا چاند'' باہر آ جائے۔ ''خاموش صدائیں'' بول پڑیں۔ کوئی یہ کہتا ہوا اُبھر آئے کہ ''میرے ہونے میں کیا برائی ہے'' ایسا فن کار کبھی کسی موڑ پر نہیں رکتا۔ وہ مسلسل آگے بڑھتا اور نئے نئے دروں پر دستک دیتا رہتا ہے۔ میں ایک ایسے فن کار کو جانتا ہوں جس کی دستکوں کی آوازیں ہمیشہ گونجتی رہی ہیں۔ آج اس نے ایک نئے دروازے پر دستک دی ہے اور اس دروازے پر اسے وہ کردار ملا ہے جس کی طرف لوگ دیکھنا ہی گوارا نہیں کرتے۔ وہ لوگ بھی اس سے کنّی کاٹتے ہیں جو خود اچھوت سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ایسا کردار ہے جو گاؤں میں رہ کر بھی گاؤں کا حصہ نہیں لگتا۔ جو گاؤں سے دُور سب سے الگ تھلگ کسی کونے، کٹیا میں گزر بسر کرتا ہے لوگ اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے مگر رینو بہل نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا ہے کہ وہ نجات دہندہ بن گیا ہے۔ اس میں ایسا رینو کو کیا نظر آیا کہ بے وقعت اور بے معنی سمجھا جانے والا کردار ایک دم سے وقیع، بامعنی اور صحیح معنوں میں اچھوتا بن گیا۔ آخر اس میں ایسا کیا ہے کہ رینو بہل کی نگاہ میں وہ نجات دہندہ بن گیا۔ یہ بات یقیناً آپ کو اور مجھے بھی بے چین کر رہی ہے کہ میں درمیان سے پردہ ہٹا دوں لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کہ آپ کے لطف و انبساط میں میں کمی کرنا مقصود نہیں، اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد درمیان سے ہٹ جاؤں تا کہ نظارہ نظر نواز ہو سکے۔ آپ کی نگاہ سے دیکھے جانے والے کردار کی معنویت اور اس کا حسن سامنے آ سکے۔ سچے اور اچھے فن کار کی پیش کش سے آپ لطف اندوز ہو سکیں۔

پروفیسر غضنفر

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

پیش لفظ

مہر صدیوں سے چمکتا ہی رہا افلاک پر
رات ہی طاری رہی انسان کے ادراک پر
عقل کے میدان میں ظلمت کا ڈیرا ہی رہا
دل میں تاریکی دماغوں میں اندھیرا ہی رہا
اک نہ اک مذہب کی سعیٔ خام بھی ہوتی رہی
اہل دل پر بارش الہام بھی ہوتی رہی
آسمانوں سے فرشتے بھی اترتے ہی رہے
نیک بندے بھی خدا کا کام کرتے ہی رہے
ابن مریم بھی اٹھے موسیٰ عمراں بھی اٹھے
رام و گوتم بھی اٹھے فرعون و ہاماں بھی اٹھے
اہل سیف اٹھتے رہے اہل کتاب آتے رہے
ایں جناب اٹھتے اور آنجناب آتے رہے
حکمراں دل پر رہے صدیوں تلک اصنام بھی
ابر رحمت بن کے چھایا دہر پر اسلام بھی

مسجدوں میں مولوی خطبے سناتے ہی رہے
مندروں میں برہمن اشلوک گاتے ہی رہے
آدمی منت کش ارباب عرفاں ہی رہا
درد انسانی مگر محروم درماں ہی رہا
اک نہ اک در پر جبین شوق گھستی ہی رہی
آدمیت ظلم کی چکی میں پستی ہی رہی
رہبری جاری رہی پیغمبری جاری رہی
دین کے پردے میں جنگ زرگری جاری رہی
اہل باطن علم سے سینوں کو گرماتے رہے
جہل کے تاریک سائے ہاتھ پھیلاتے رہے
یہ مسلسل آفتیں یہ یورشیں یہ قتل عام
آدمی کب تک رہے اوہام باطل کا غلام
ذہن انسانی نے اب اوہام کے ظلمات میں
زندگی کی سخت طوفانی اندھیری رات میں
کچھ نہیں تو کم سے کم خواب سحر دیکھا تو ہے
جس طرف دیکھا نہ تھا اب تک ادھر دیکھا تو ہے

۔اسرار الحق مجاز ۔

باب نمبر......۱

لائبریری میں پڑھتے پڑھتے اُس نے کتاب سے نظریں اُٹھائیں تو سامنے یامنی کو اک ٹک اپنی طرف دیکھتے وہ ٹھٹھک گیا۔اُس نے جھٹ سے نظریں کتاب پر مرکوز کر لیں۔نگاہیں تو کتاب پر تھیں مگر ذہن بھٹک گیا تھا۔اُسے بخوبی احساس ہو چُکا تھا کہ دوغزالی کاجل کی مہین لکیر سے سجی آنکھیں پل پل اُس کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔ساگرسی گہری بھوری آنکھوں پر باندھ لگاتی لمبی پلکیں اُسے دیکھ کر جھپکنا بھول جاتی ہیں۔اپنی اَور کھینچتی ان خوبصورت آنکھوں سے اُسے خوف آنے لگا ہے۔اُس کی آنکھوں کی خاموش زبان سمجھ کر بھی وہ ناسمجھ بنا رہتا ہے۔اب تو کلاس کے ساتھی بھی یامنی کے دل کا حال جان گئے ہیں۔اُس کی نگاہیں دل کا راز چھپانے میں ناکام رہی ہیں۔یامنی کو دیکھتے ہی اُس کے دوست چُٹکی لینے لگتے ہیں۔اُس کا نام لے کر اُسے چھیڑتے ہیں اور وہ ہر بار جھینپ کر بات بدلنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔اس موضوع سے بالکل لاتعلق اور انجان بن جاتا ہے مگر دل کی بے ترتیب دھڑکنوں سے اب وہ ڈرنے لگا ہے۔نظر بھر کر اُسے دیکھنا تو دُور، اُس کی آہٹ سے ہی وہ نگاہیں جھُکا کر خاموشی سے گزر جاتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی اُس کی نگاہیں اُس کے چہرے پر اور اب اُس کی پشت پر ٹکی ہیں۔

دیواکر کا یونیورسٹی میں یہ تیسرا سال ہے۔یامنی کو وہ کلاس کے پہلے دن سے جانتا ہے۔خوبصورت، ذہین، رکھ رکھاؤ والی، متوسط طبقے کی لڑکی ہے۔سب سے ہنس کر ملتی ہے۔مُسکرا کر بات کرتی ہے۔کبھی کسی سے اخلاق سے ِگرا مذاق نہیں کیا۔کبھی بے سلیقہ لباس نہیں پہنا۔بہت سے لڑکے اُس کی سادہ طبیعت اور خوبصورت چہرے پر مرمٹنے کو تیار ہوں گے مگر وہ ان سب سے انجان ہر پل دیواکر کے فراق میں رہتی ہے۔دیواکر اُس سے نگاہیں اس لیے چُراتا ہے کہ اُسے ان

آنکھوں میں ڈوبنے کا ڈر ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی کمزور لمحہ اُسے اپنی گرفت میں جکڑ لے اور وہ زندگی کے مقصد سے بھٹک جائے۔

یامنی اُس کی منزل نہیں۔ نہ ہی وہ اس قابل ہے کہ زندگی کی دشوار راہوں میں چار قدم بھی اُسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی جائے۔ اُسے اس دستک سے خوف آنے لگا ہے جو دل کے بند دروازوں پر یامنی کی خاموش محبت چپکے چپکے مسلسل دے رہی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ لگاتار پانی گرنے سے پتھر میں بھی شگاف پڑ جاتا ہے۔

ابھی وہ جوان ہے، اُس کے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے، اُس کی آنکھیں بھی خواب دیکھتی ہیں۔ اُس کی رگوں میں بھی خون موجیں مارتا ہے مگر وہ انہیں بے لگام نہیں چھوڑ سکتا۔ اُسے اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو کرنا ہوگا، آنکھوں کو اجازت نہیں خواب دیکھنے کی، سبھی دروازے دریچے کس کر بند کرنے ہوں گے کیونکہ وہ محبت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ کم سے کم زندگی کے اس پڑاؤ میں تو بالکل نہیں۔

یونیورسٹی کے دو سال تو عزت سے گزر گئے باقی وقت بھی اسی طرح گزر جائے تو اچھا ہے۔ عزت کا بھرم جو بنا ہوا ہے وہ بنا رہے تو بہتر۔ اگر یہ بھرم ٹوٹ گیا، اُس کی حقیقت سب پر ظاہر ہوگئی تو پڑھائی مکمل کرنا مشکل ہو جائے گی اور پڑھائی مکمل نہ ہوئی تو اس کے پریوار کا مستقبل گھرے اندھیرے میں ڈوب جائے گا۔ وہ اپنے گھر پریوار کے حال اور مستقبل سے کھلواڑ نہیں کر سکتا۔ بہت سی اُمیدیں اُس سے وابستہ ہیں۔ وہ اُن کو کبھی مایوس نہیں کر سکتا۔ اُس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں مجبوری دیکھی ہے۔ بڑے بھائی بھاسکر کی آنکھوں میں سنہرے خوابوں کی چمک دیکھی ہے۔ اُن آنکھوں کی زبان کے آگے یامنی کی آنکھوں کی صدائیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ دل کے کسی کونے میں اُسے خود پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ اُس کی شخصیت میں اتنی کشش ہے کہ ایک اچھے خاندان کی پڑھی لکھی لڑکی اُس کو اپنی محبت کے قابل سمجھتی ہے مگر دوسرے ہی پل اُس کا یہ غرور مٹی کے ڈھیر کی مانند بیٹھ جاتا ہے جب حقیقت اُس کا منہ چڑھانے لگتی ہے۔ کسی کی محبت کا احساس ہی اُس کے لیے کافی ہے اگر اُس کی حقیقت یامنی کے سامنے آگئی تو وہ اُس خوبصورت احساس سے بھی محروم ہو جائے گا۔ جس محبت کو یامنی چھپانے میں آج ناکام ہے اُسی محبت کو نفرت میں بدلنے میں دیر نہ لگے گی۔ آج جن غزالی آنکھوں سے اُسے دیکھ کر نرم لطیف جذبات مچلتے ہیں کل